

سید الشہداء، عم رسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب - اسد اللہ و اسد رسول

حالات - فضائل - چند تاریخی مباحث

محمد فیصل حسن

لیکچرار: شعبہ تاریخ اسلام

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جو دور شروع ہوا وہ اسلامی تاریخ میں حیات رسول کے کئی دور کے عنوان سے معروف ہے۔ یہ دور دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ ابتدائی مسلمانوں کے پیش بہا مبر، قبول اسلام کے بعد گمراہی مایہ استقلال، اور عشق رسول کے اہم نقوش سے معمور ہے۔ یہ وہی دور ہے جس میں حضرت بلال کا نعرہ سرمدی اہل احد ہم کو گونجنا سنائی دیتا ہے، حضرت ابوبکر کا بے ساختہ اور والہانہ استقبال اسلام انکے عشق رسول وسعادتی ذاتی کا اولین مصدق نظر آتا ہے، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رسول خدا کے لیے ایک ڈھارس وسہارا اور اسلام کی اولین محسنہ کے طور پر نظر آتی ہیں، اس دور کے جتنے نقوش ہیں وہ سب مبر، ایثار، قربانی، خلوص اور اللہ واسکے رسول کے عشق میں ڈھلے ہوئے اور کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ہیں، یہ افراد قرآن کی زبان میں سابقون الاولون ہیں، جن کی فضیلت بقیہ پوری امت اور یہاں تک بعد میں اسلام لانے والے صحابہ سے بھی کہیں زیادہ ہے، ایسے ایک پیکر شجاعت، جن کا عشق رسول، اسلام کی طرف ان کا اولین رہنما بنا، اور جن کو سابقون الاولون کے اس قافلے میں ایک بہت نمایاں حیثیت حاصل ہے، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے۔ اعمام رسول میں وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور پھر اسلام کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جن کے فضائل، حالات زندگی اور رسول اللہ سے انتہائی قربت کے احوال کا جائزہ اس مضمون کا مقصود ہے۔

نام و نسب

آپ کا نام و نسب کتب رجال میں اس طرح مذکور ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی [1]

والدہ

حضرت حمزہ کی والدہ ہالہ کا تعلق قریشی قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔ آپ کے والد اہیب [2] بن عبد مناف بن زہرہ

بن کلاب بن مرہ [3] ہیں۔

کنیت: آپ کی کنیت ابوعمارہ اور ابو یعلیٰ [4] ہے۔

القابات

آپ کے مشہور القابات، سید الشہداء [5] اور اسد اللہ و اسد رسولہ [6] ہیں۔

ابتدائی حالات زندگی

سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کی پیدائش رسول اللہ ﷺ سے دو یا چار سال قبل ہوئی اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے [7]۔ اس طرح آپ کی پیدائش ۵۶۸ء کے لگ بھگ ہوئی۔ ابن سعد کے مطابق جناب عبد المطلب نے ایک ہی مجلس میں اپنا اور اپنے صاحبزادے جناب عبد اللہ (والد گرامی رسالت مآب ﷺ) کا نکاح کیا، جناب عبد المطلب کا نکاح ہالہ بنت اہیب سے ہوا جبکہ ہالہ کی چچا زاد بہن حضرت آمنہ بنت وہب سے جناب عبد اللہ کا نکاح ہوا۔ اس طرح نہ صرف حضرت حمزہ، رسول اللہ کے چچا تھے بلکہ رشتہ میں آپ خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ کا ایک اور قریبی رشتہ آنحضرت ﷺ سے یہ تھا کہ آپ رسول اللہ کے رضاعی بھائی بھی تھے، آپ دونوں کو نہ صرف ابولہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا تھا بلکہ حضرت حمزہ کی والدہ نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا [8]، نیز ابن سعد کے مطابق ایک عرب خاتون نے بھی آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا [9]، اس طرح حضرت حمزہ کو نبی کریم سے رضاعت کے تعلق کا تہرا شرف حاصل تھا۔ حضرت حمزہ کی ایک اور قربت داری رسول اللہ سے یہ تھی کہ آپ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے [10]۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امہات المؤمنین میں سے حضرت زینب بن خزيمة اور حضرت میمونہ بنت حارث اخیانی بہنیں تھیں [11] ان کی والدہ کا نام ہند تھا، حضرت حمزہ کا نکاح ہند کی ایک اور صاحبزادی سلمیٰ بنت عمیس سے ہوا جو کہ حضرت زینب و حضرت میمونہ کی اخیانی بہن تھیں اس طرح حضرت حمزہ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔

حضرت حمزہ کی عمر دس سال تھی جب آپ کے والد جناب عبد المطلب کا انتقال ہو گیا، جناب عبد المطلب کی اولاد میں سے، مقوم اور جمل آپ کے سگے بھائی اور حضرت صفیہ آپ کی سگی بہن تھیں [12]۔ آپ کے بچپن کے حالات کتب تاریخ و انساب میں دستیاب نہیں۔

قبول اسلام

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ مشہور و مقبول ہے۔ آپ کا شمار قریش کے بہادر و شجاع افراد میں ہوتا تھا، آپ شکاری اور تیر انداز بھی تھے [13]، ابن ہشام کے مطابق ایک مرتبہ کہ وہ صفا کے قریب ابو جہل نے نبی کریم ﷺ سے بدتمیزی کی اور آپ کو اذیت دی تاہم نبی کریم نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہ سارا قصہ عبد اللہ بن جدعان کی ایک کنیز دیکھ رہی تھی [14]، اس نے سارا ماجرا حضرت حمزہ سے بیان کر جو اسی وقت شکار سے واپس تشریف لارہے تھے، حضرت حمزہ یہ ماجرا سن کر غضبناک ہو گئے اور جا کر ابو جہل، جو اس وقت حرم میں موجود تھا اس کے سر پر زور سے اپنی کمان سے وار کیا اور

اس کا سر پھاڑ دیا، اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی کہا کہ تو محمد کو بر بھلا کہتا ہے حالانکہ میں نے بھی محمد کا دین اختیار کر لیا ہے جو کچھ محمد کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اب اگر طاقت ہے تو میرے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرو۔ بنو مخزوم کے چند لوگوں نے اس وقت مداخلت کی کوشش کی تاہم ابو جہل نے ان کو روک دیا، اور کہا کہ ان کو جانے دو میں نے واقعی میں ان کے بھتیجے کے ساتھ برا سلوک کیا ہے [15]۔ امام سیبلی نے الروض الانف میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت حمزہ گو کہ نبی کریم کی محبت میں قبول اسلام کا اعلان تو کر بیٹھے تاہم ان کے دل میں کچھ کھٹک باقی تھی، وہ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا کہ میں بھی محمد ﷺ کے دین پر ہوں تو (بعد ازاں) مجھے ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے آباء اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے ساری رات قلق و اضطراب میں گزاری، لمحہ بھر کے لیے بھی سونہ سکھا پھر میں کعبۃ اللہ کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری کی کہ وہ حق کے لیے میرا سیدہ کھول دے اور شک و شبہات دور کر دے، میری دعا ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ مجھ سے باطل کا اندھیرا چھٹ گیا میرا دل نور یقین سے بھر گیا۔ صبح صبح میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کو اپنی قلبی کیفیت سے آگاہ کیا حضور ﷺ نے بارگاہ ربوبیت میں میری ثابت قدمی کے لیے التجا کی [16]۔ اسی موقع پر سیدنا حمزہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تیرے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور میں آپ کے دین کی اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی عطا کر دی جائے تو پھر بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں [17]۔ حضرت حمزہ نے قبول اسلام کے بعد کچھ اشعار بھی کہے جو امام سیبلی نے بیان کیے ہیں [18]۔

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ جتنا مشہور ہے درحقیقت اس کی سند اتنی ہی کمزور ہے۔ بنیادی طور پر یہ واقعہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے اور اس واقعے کو جس سند سے انہوں نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے قال ابن اسحاق حدیثی رجل من اسلم ان داعی۔ یعنی حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا یہ واقعہ جو شخص بیان کر رہا ہے ابن اسحاق نے اس کا نام ہی نہیں بیان کیا، بس اتنا کہا کہ وہ قبیلہ بنی اسلم میں سے تھا گویا اس خبر کا راوی ہی مجہول ہے۔ لہذا اس روایت کا درجہ حدیث معطل [19] کا ہے، جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

ابن اسحاق کی اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک (۳-۳۳۱) میں، امام بیہقی نے دلائل النبوة (۲-۲۱۳) میں، امام طبری نے اپنی تاریخ (۲-۳۳۳) میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ (۲-۶۷) اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۴-۴۳) میں بیان کیا ہے۔

ابن سعد نے طبقات (۳-۸) میں یہی روایت مختصراً محمد بن کعب القرظی سے بواسطہ واقدی بیان کی ہے جو کہ جو متروکین میں سے ہے (یعنی واقدی پر کذب کی تہمت ہے)، لہذا ابن سعد کی بیان کردہ روایت بھی ضعیف ہے۔ بلاذری نے انساب الاشراف (۴-۳۸۳) میں حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ دو طریق پر بیان کیا ہے ایک تو بلا سند اور دوسری

روایت واقدی کی ہے۔

اس واقعے کی سب سے اچھی سند وہ ہے جو امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۳-۱۵۳، حدیث نمبر ۲۹۶۲) میں بیان کی ہے امام طبرانی نے محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ سے یہی واقعہ بیان کیا ہے اور امام البیہقی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو مرسل قرار دیتے ہوئے تمام راویوں کو ثقات قرار دیا ہے [20] تاہم اس سند میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ گو یعقوب بن عتبہ ثقہ راوی ہیں تاہم ان کا تعلق طبقہ سادہ سے ہے اور اس طبقے کے اصحاب کے بارے میں قول یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا [21]۔ غرض کہ عمومی طور پر اس واقعہ کی تمام اسناد ضعیف ہیں [22]۔

درحقیقت حضرت حمزہ کا قبول اسلام اسلام اور نبی کریم کے لیے تقویت کا باعث ہوا اور اس بات پر عمومی طور پر مورخین متفق ہیں کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے بعد قریش کی ایذا رسانیوں میں کمی واقع ہوئی [23]، خصوصاً آنحضرت کے معاملے میں قریش نے نرمی اور احتیاط سے کام لیا تاہم اب ان کی زیادتیوں کا رخ عام مسلمانوں کی طرف ہو گیا [24]۔ حضرت حمزہ کا قبول اسلام باختلاف رائے ۲ نبوی [25] یا پھر ۶ نبوی [26] کا واقعہ ہے۔ ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ جب ایمان لائے اس وقت تک ۳۸، ۳۹ افراد ایمان لائے تھے [27]۔

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام نگاہ رسالت مآب میں کیا حیثیت تھی اس کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانا ہے، رسالت ربی ان یصحہ فی باحب عمومی الیہ فی حدیثی بحمدہ والعباس [28]۔ یہ فرمان رسول بھی قبول اسلام سیدنا حمزہ کی بلند حیثیت کو آشکار کرتا ہے۔ ان اللہ اکرمنی باسلام خیار اہل بیت، فیمنی حمزہ و ثمالی جعفر [29]۔

تبلیغ اسلام و ہجرت مدینہ

اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ تبلیغ کے کام میں نبی کریم ﷺ کی بھرپور مدد کرنے لگے، اس دور میں نبی کریم ﷺ کے متعدد اصحاب تبلیغ اسلام کے فریضے میں اور نبی کریم کی نصرت و حمایت میں مصروف تھے، اس زمانے کا مکہ، نبی کریم اور اصحاب النبی کے خلاف معاندانہ جذبات سے لبریز تھا، دعوت الی اللہ کی پکار، توحید کی حمایت اور شرک و بت پرستی کی مخالفت اس زمانے میں گویا اہل مکہ کے مشترکہ ستم کو پکارنے، اور پورے نظام جاہلیت کو لٹکانے والی بات تھی، اس کے باوجود حضرت حمزہ ان اصحاب رسول میں سے ایک تھے، جو دعوت و تبلیغ کا کام اعلانیہ کرتے تھے۔ ۷ نبوی میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مقاطعہ کرتے ہوئے شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت حمزہ بھی تین سال تک ایام محصوری کے مصائب و آلام برداشت کرتے رہے۔ ۳۱ نبوی میں ہجرت کا حکم ملنے کے بعد حضرت حمزہ بھی مدینہ ہجرت کر گئے، ابن ہشام کے مطابق، ہجرت کے بعد حضرت حمزہ کا مدینہ میں قیام حضرت کلثوم بن ہدم یا سعد بن خثیمہ کے گھریا

بھرنی بخار میں اسعد بن زرارہ کے پاس ہوا [30]۔ یہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ میں عقد مواخا کر دیا [31]۔

سرایا و غزوات میں شمولیت

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے حالات بتدریج بہتر ہونا شروع ہو گئے اور نہ صرف قریش کے مظالم سے ان کو نجات حاصل ہوئی بلکہ انصار مدینہ کی بھرپور اعانت کے باعث مہاجرین معاشی و سماجی طور پر ایک مستحکم مرتبے و حیثیت کا مالک بھی ہو گئے۔ مدینہ میں ہی احکام جہاد کا نزول ہوا، گویا قریش کو ان ہی کی زبان میں جواب دینے کا اب وقت آ گیا تھا۔ غزوات و سرایا کا جب آغاز ہوا تو مورخین کے مطابق رمضان ۱ھ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں (جو سب کے سب مہاجرین میں سے تھے [32]) پر مشتمل ایک دستہ حضرت حمزہ کی زیر امارت ساحلی علاقہ 'عیص' کی جانب روانہ کیا کہ وہ ایک قریشی قافلے کا پتہ لگائیں، جو شام سے مکہ آرہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابو جہل بھی تھا دونوں فریقین کا آ مناسبانہ ہوا لیکن ابن ہشام کے مطابق قبیلہ جہینہ کے سردار محمد بن عمرو نے کوشش کر کے لڑائی کی نوبت نہ آنے دی اور حضرت حمزہ کسی کشت و خون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آ گئے [33]۔ یہی وہ سریہ ہے جب آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلا علم حضرت حمزہ کو عطا کیا تھا، جس کا رنگ سفید تھا اور علمبردار حضرت ابو مرثدہ کناز بن حصین غنوی تھے [34]۔ تاریخ میں یہ معرکہ سریہ سیف البحر اور سریہ حمزہ کے نام سے معروف ہے۔ بعد ازاں غزوہ ابویادان [35]، غزوہ بدر الکبریٰ [36] اور غزوہ بنو نضیر [37] میں بھی علمبرداری کا شرف حضرت حمزہ کو ہی ملا۔

غزوہ بدر الکبریٰ

اسلام و کفار کا اولین بڑا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ ہے، جو ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت حمزہ کا نہایت نمایاں کردار رہا اور آپ کی شجاعت کے محیر العقول کارنامے چشم فلک نے دیکھے۔ ابن ہشام کے مطابق کفر و اسلام کے مابین فارق، اس لڑائی میں، پہلا قتل حضرت حمزہ کے ہاتھوں ہوا، جب آپ نے دشمن اسلام اسود بن عبدالاسد غنوی کو قتل کیا [38]۔ بعد ازاں اس غزوہ کا آغاز مبارزت طلبی سے ہوا اور ابتدا کفار مکہ کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ لکھے اور انہوں نے اپنے مقابل طلب کیے، ابن سعد کے مطابق لشکر اسلام سے تین صحابہ جن کا تعلق انصار سے تھا، جن کے اسماء، عوف، معاذ اور معوذہ پسران عفراء، یا ابن ہشام کے مطابق عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ تھا، ان کے مقابل ہوئے۔ تاہم یا تو قریشی جنگجوؤں نے یہ کہہ کر لڑنے سے انکار کر دیا کہ محمد یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں، ہماری قوم اور کفو کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجو [39] اور یا خود حضور اقدس ﷺ نے پسند نہیں فرمایا کہ لڑائی کی ابتدا انصار سے ہو چونکہ یہ آئنے سامنے لڑائی کا پہلا موقع تھا لہذا آپ کو یہ

پسند تھا کہ میدان مبارزت میں آپ کے اپنے اہل خاندان ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو ان قریشی سرداروں سے لڑنے کا حکم دیا [40]۔ حضرت عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، حضرت حمزہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور حضرت علی کا ولید سے ہوا [41]۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے جلد ہی اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا، لیکن حضرت عتبہ اور عبیدہ لڑائی کے دوران زخمی ہو گئے، جس پر حضرت حمزہ اور حضرت علی ایک ساتھ حملہ کر کے عتبہ کو بھی ڈھیر کر دیا [42]۔ مبارزت طلبی کے بعد عام لڑائی کا آغاز ہوا۔ حضرت حمزہ کے ہاتھوں معرکہ بدر میں کئی کفار و مشرکین واصل جہنم ہوئے اور کفار کو بے اندازہ نقصان برداشت کرنا پڑا، اس کی گواہی خود امیہ بن خلف نے دی کہ جب معرکہ بدر ختم ہوا اور اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو عظیم کامیابی عطا کی، اس موقع پر بڑے بڑے سرداران مکہ یا تو قتل ہوئے یا گرفتار۔ امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جب گرفتار کیا تو امیہ نے ان سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے سینے پر شتر مرغ کا پر سجایا ہوا تھا، حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ وہ حمزہ بن عبدالمطلب تھے، اس پر امیہ نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں [43]۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل کیے گئے مشرکین کے نام یہ ہیں: [44]

- ۱۔ حظلہ بن ابی سفیان
- ۲۔ عتبہ بن ربیعہ
- ۳۔ شیبہ بن ربیعہ
- ۴۔ طیمہ بن عدی
- ۵۔ زمعہ بن اسود
- ۶۔ عقیل بن اسود
- ۷۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ
- ۸۔ اسود بن عبدالاسد
- ۹۔ نبیہ بن الحجاج [45]
- ۱۰۔ عائذ بن سائب [46]

غزوہ احد

ہجرت مدینہ کے تیسرے سال، قریش مکہ نے ایک بار پھر یوں حق کو ختم کرنے کی بھڑکوری کی اور اپنا کل مال و متاع و قوت مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایک نئے معرکے میں جھوٹے کافصلہ کیا، حق و باطل کے بائیں ہونے الایہ

معمر کے تاریخ میں غزوہ احد کے نام سے معروف ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر جناب رسالت مآب ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ مدینے میں رہ کر مقابلہ کیا جائے لیکن بعد ازاں صحابہ کرام کے مشوروں کو شرف بخشے ہوئے آپ نے کھلے میدان میں مقابلے کا فیصلہ کیا، یہ معمر کا احد پہاڑ کے دامن میں لڑا گیا۔ ابتدا اس جنگ میں مسلمانوں کو بھرپور کامیابی ملی تاہم دوران جنگ ایک غلطی نے جنگ کا پانسہ بدل دیا اور مسلمانوں شدید دباؤ میں آ گئے۔ گو کہ یہ جنگ بے نتیجہ رہی تاہم اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا، اور خود حضور اقدس ﷺ بھی کفار کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ اس جنگ کا ایک بہت بڑا نقصان حضرت حمزہ کی شہادت کا تھا، ان کی شہادت غزوہ احد میں اس وقت ہوئی جبکہ وہ جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے اور اپنی شہادت سے پہلے پہلے وہ عثمان بن ابی طلحہ، ارقاطہ بن عبد شریح، اور سباع بن عبد العزیٰ کو جہنم رسید کر چکے تھے [47]۔ ابن اثیر کے مطابق حضرت حمزہ نے اپنی شہادت سے قبل کل اکتیس ۳۱ کفار کو قتل کیا تھا [48]۔

شہادت حضرت حمزہ

حضرت حمزہ کو وحشی نامی ایک غلام نے غزوہ احد کے دوران شہید کیا۔ وحشی، جو بعد ازاں اسلام لے آیا، اس واقعے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

”بدر کے دن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طیمہ بن عدی بن خیار کو مار ڈالا تھا۔ جیر بن مطعم نے جو کہ میرے مالک تھے مجھ سے یہ کہا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے چچا طیمہ کے بدلے میں مار ڈالے تو تم آزاد ہو۔ وحشی نے بیان کیا کہ جب لوگ عینین کی لڑائی کے سال نکلے جو احد کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے احد اور اس کے درمیان ایک وادی ہے اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ساتھ نکلا جب لڑائی کے لئے صفیں درست ہو چکیں تو سباع بن عبد العزیٰ نے آگے نکل کر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے حمزہ بن عبد المطلب نے اس کے بالمقابل پہنچ کر کہا اوسباع! ام انمار مقطہ البظور کے بیٹے کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سباع کو گزرے ہوئے دن کی طرح بنادیا (یعنی قتل کر دیا) وحشی نے کہا پھر میں قتل حمزہ کی فکر میں ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے میں نے ان کو اپنا حربہ پھینک کر مار دیا اور وہ ان کے زیر ناف ایسا لگا کہ سرین سے پار ہو گیا وحشی نے کہا یہ ان کا آخری وقت تھا جب اہل قریش مکہ میں واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ مکہ آ گیا [49]۔“

ابن سعد نے حضرت حمزہ کی شہادت سلسلے میں بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے آگے دو تلواریں سے جنگ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں اسد اللہ ہوں یہ کہتے اور کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے ہٹتے، وہ اسی

حالت میں تھے کہ اچانک پھسل کر اپنی پیٹھ کے بل گر پڑے انھیں وحشی بن اسود نے دیکھ لیا اور انھیں حربہ کھینچ کے مارا اور قتل کر دیا [50]۔

سیدنا حمزہ کی شہادت کے بعد مشرکین نے آپ کی لاش کا مسئلہ کیا، اور جیسا کہ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ تمام ہی شہدا کا اس موقع پر مسئلہ کیا گیا [51]۔ ہند بنت عتبہ کے بارے میں ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس نے حضرت حمزہ کا مسئلہ کیا اور پھر آپ کا جگر کھانے کی کوشش کی تاہم نگل نہ سکی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو پسند نہ تھا کہ حمزہ کے جسم کا کوئی حصہ آگ میں جائے [52]۔ تاہم ایک تو یہ روایت روایت ضعیف ہے [53] نیز اس کے متن میں بھی نکارت ہے کہ حضرت ہند بعد ازاں مشرف باسلام ہوئیں [54]۔

غم و اندوہ نبوی بر شہادت حمزہ

غزوہ احد کے خاتمے کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے تو آپ نے اپنے محبوب چچا کو طین وادی میں اس حالت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کیا ہوا تھا، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک و کان کھٹے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ کورنخ ہوگا اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن جائے گا، تو میں حمزہ کو اس حال پر چھوڑ دیتا حتیٰ کہ یہ درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں میں ہو جاتے۔ اگر خدا نے کسی جنگ میں مجھ کو قریش پر غالب کیا تو میں اس کے عوض ان میں سے تیس آدمیوں کا مسئلہ کروں گا [55]۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس موقع پر سورہ نحل کی یہ آیت اتری کہ اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر مبرکرو تو یہ مبر والوں کے لیے بہتر ہے (نحل)۔ اس روایت کے بارے میں گو حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کی ہے اور غزوہ احدہ میں واقع ہوا تو یہ روایت درست نہیں۔ تاہم ابن اسحاق و ابن جریر کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پوری سورہ نحل کی ہے ماسوائے اس کی آخری تین آیات کے جو احد کے بعد اس موقع پر نازل ہوئیں [56]۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جائے شہادت حمزہ پر یہ بھی فرمایا:

"تم پر اللہ کی رحمت ہو تم ایسے تھے کہ معلوم نہیں ایسا صلہ رحم کرنے والا، خیرات دینے والا کوئی اور ہو۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمہارے بعد لوگوں کو رنخ ہوگا تو میں یہ پسند کرتا کہ تمہیں بغیر کفن و دفن کے چھوڑ دوں کہ اللہ مختلف جانوں سے تمہارا حشر کرے بشک مجھ پر لازم ہے کہ تمہارے بدلے ان میں سے ستر آدمیوں کا ضرور ضرور مسئلہ کروں [57]۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ:

"تمہارے انتقال کا سادھ مجھے کبھی نہیں پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے

زیادہ غیظ و غضب ہوا ہو۔" پھر فرمایا حضرت "جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ واسد رسولہ [58]" (حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں)۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد آپ کی تدفین کا مرحلہ آیا تو ابن اسحاق وابن سعد وغیرہ کے مطابق رسول اللہ کے حکم حضرت حمزہ کی لاش کو کپڑے میں لپیٹ دیا گیا پھر آپ نے سات تکبیر سے نماز جنازہ پڑھائی پھر دیگر شہداء کو باری باری لاکر حضرت حمزہ کی لاش کے برابر رکھ دیا جاتا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کے ساتھ سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت حمزہ کی بہتر ۷ بار نماز جنازہ پڑھی گئی [59]۔ گو کہ یہ روایت بہت مشہور ہے تاہم اس روایت کو امام سیبکی وحافظ ابن کثیر نے ضعیف قرار دیا ہے [60] ساتھ ہی صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے غزوہ احد کے شہداء کی نہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا [61]۔ تاہم یہ بات بھی صحیح بخاری سے ہی ثابت ہے کہ غزوہ احد کے آٹھ برس کے بعد، اپنی وفات سے کچھ پہلے آپ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ ادا کی تھی [62]۔

تدفین

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، نے حضرت حمزہ کے کفن کے لیے دو چادریں دی تھیں تاہم ان میں سے ایک چادر میں ایک انصاری صحابی کو کفن دیا گیا اور دوسری میں حضرت حمزہ کو [63]۔ ابن سعد حضرت خباب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں باہر ہو جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ ان کا سر ڈھانک دیا گیا اور پاؤں پر اذخاریا حنظل (گھاس) ڈال دی گئی [64]۔ ان کی قبر میں حضرت ابو بکر، عمر، علی اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اترے [65]۔ حضرت حمزہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش کی تدفین بھی ایک ہی قبر میں ہوئی [66]۔ امام بیہقی نے متعدد روایات بیان کی ہیں جن کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت معاویہ کے عہد میں احد میں چشمہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو بعض شہدائے احد کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت لوگوں نے ان شہداء کی زیارت کی کہ ان کے اجسام بالکل تروتازہ تھے اور دیکھنے والوں کو یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہے ہوں۔ اس دوران حضرت حمزہ کے پاؤں پر کوئی پھاڑہ لگ گیا تو اس طرح خون جاری ہو گیا جیسا کہ زندہ افراد کے ساتھ ہوتا ہے [67]۔

ممانیت ماتم

آنحضرت ﷺ جب شہداء کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو احد سے واپسی پر آپ کا گزر بنو عبدالاشہل سے ہوا

جہاں خواتین اپنے مقتولین پر گریہ و زاری کر رہی تھیں، ان کا رونادیکھ کر آپ کو اپنے چچا حضرت حمزہ یاد آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ کے لیے کوئی رونے والیاں نہیں۔ بنی عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو جب معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایسا کہا ہے، تو انہوں نے اپنی خواتین کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ کے دروازے پر جا کر حضرت حمزہ پر روئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان خواتین کا روناسنا تو فرمایا کہ یہ کون ہیں کہا گیا کہ یہ انصار کی خواتین ہیں آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا واپس جاؤ آج کے بعد رونا جائز نہیں، نیز آپ نے ابن سعد کے بقول رونے سے اس شدت سے منع کیا جس شدت سے آپ اور کسی (ناجائز) شے سے منع کرتے تھے [68]۔ ابن سعد و بلاذری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ کی قبر پر آ کر اس کی مرمت و اصلاح کرواتی تھیں [69]۔

ازواج و اولاد

سیدنا حضرت حمزہ نے تین نکاح کیے جس سے ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئی۔ ان کے سب سے بڑے صاحبزادے عمارہ تھے [70]۔ حافظ ابن حجر نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے [71]۔ ان کی والدہ خولہ بنت قیس تھیں، جن کا تعلق بنی نجار سے تھا [72]۔ یہ اولاد فوت ہوئے [73]۔ ان کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابو عمارہ تھی [74]۔ قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے عمارہ کے ایک فرزند حمزہ کا بھی ذکر کیا ہے [75]۔ تاہم اس کی تصدیق کسی اور ماخذ سے نہیں ہو سکی۔ اس کے برعکس ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے کہ یعلیٰ کے سوا حضرت حمزہ کے کسی اور بیٹے کی اولاد نہیں تھی [76]۔

یعلیٰ، بکر اور عامر حضرت حمزہ کے دیگر صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ دختر مملۃ بنت مالک تھیں [77]۔ ان میں بکر و عامر کی تو اولادیں نہ ہوئیں تاہم یعلیٰ، جن کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی، کے پانچ بیٹے تھے۔ عمارہ، فضل، عقیل، زبیر اور محمد تاہم ان میں سے کسی کی نسل آگے نہ بڑھی [78]۔ بلاذری نے انکے چھ فرزند جن کا نام بھی یعلیٰ تھا، کا بھی ذکر کیا ہے [79]۔

حضرت حمزہ کی ایک صاحبزادی امامہ تھیں۔ ان کی والدہ حضرت سلمیٰ بنت عمیس تھیں۔ یہ وہی امامہ تھیں جن کی پرورش کے لیے حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ خواہش مند تھے اور رسول اللہ ﷺ نے امامہ کی پرورش کا فریضہ حضرت جعفر کو سونپ دیا کہ حضرت جعفر کی اہلیہ حضرت اسما، امامہ کی خالہ تھیں [80]۔

حضرت حمزہ کی دوسری صاحبزادی فاطمہ تھیں جن کی کنیت ام الفضل اور ام ایہا تھی [81]۔ ان کی والدہ بھی حضرت سلمیٰ بنت عمیس تھیں [82]۔

حافظ ابن حجر نے حضرت حمزہ کی دو اور صاحبزادیوں کا بھی ذکر کیا ہے ایک لمة اللہ بنت حمزہ، جن کے بارے

میں حافظ صاحب کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ یہ وہی امامہ ہیں جن کا ذکر ہو چکا، اگر یہ کوئی اور ہیں تو ہو سکتا ہے کہ بچپن میں ان کا انتقال ہو چکا ہو [83]۔ دوسری سلسلی بنت حمزہ ہیں، ان کے ذکر میں حافظ ابن حجر نے ان سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے اور حالات زندگی بیان نہیں کیے ہیں [84]۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ میانہ قامت کے تھے نہ زیادہ پست نہ زیادہ طویل [85]۔ بہادری و شجاعت آپ کا خاص وصف تھا ساتھ ہی عشق رسول بھی آپ کی زندگی کا حاصل تھا، اسی عشق کی بدولت آپ ایمان کی طرف راغب ہوئے یہی عشق ساری عمر آپ کی متاع عزیز رہا۔ پھر یہ عشق بھی دوطرفہ تھا جتنی محبت آپ کو رسول خدا سے تھی اتنی محبت اللہ کے رسول بھی آپ سے فرماتے تھے۔ جس کا واضح اظہار ان کلمات تاسف سے ہوتا ہے جو اللہ کے رسول نے حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد فرمائے تھے۔

سیدنا حمزہ کا شمار تاریخ کی ان عبقری شخصیات میں بھی ہوتا ہے جن کے کارناموں و شجاعت کی بدولت انہیں بعد ازاں ایک دیوالائی کردار کے روپ میں بھی پیش کیا اور وہ داستانوں کا بھی محور بنے رہے [86]۔ تاہم ان کے حقیقی کارنامے و کردار بھی ناقابل فراموش ہیں اور ایک محیر العقول شان کے حامل ہیں نہ صرف ان کے نام کے معنی اسد یعنی شیر کے ہیں [87] بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں بھی اسم با مسمیٰ یعنی اسد اللہ و اسد رسولہ ٹہرے اور آج تک وہ جراء و شجاعت کا ایک استعارہ ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

- [1] ابن سعد، محمد، کتاب الطبقات الکبیر، ج ۳، ص ۷
- [2] زبیری، مصعب، نسب قریش، ص ۷۱ اور بلاذری، احمد بن یحییٰ، کتاب الجمل من انساب الاشراف، ج ۴، ص ۳۸۱ میں جناب ہالہ کا والدہ کا نام اہیب درج ہے جبکہ ابن حزم، محمد، جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۵ میں وہیب درج ہے، کتاب الطبقات الکبیر میں "وہیب" اور "اہیب" دونوں درج ہے۔ دیکھئے، ابن سعد، ج ۵، ص ۷۵، نیز ج ۳، ص ۷
- [3] ابن سعد، ج ۳، ص ۷
- [4] ابن سعد و بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۱
- [5] حاکم، محمد بن عبد اللہ، مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، حدیث ۴۹۵۰۔ "سید الشهداء حمزہ بن عبد المطلب، ورجل قام الی امام جائز فامرہ و نہاہ فقتلہ"
- شہداء کے سردار حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حکمران کے خلاف کلمہ حق کہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا اور اس کی وجہ سے حکمران نے اس کو قتل کر دیا۔ نیز، ابن الاثیر، عز الدین، اسد الغابہ، ج ۲، ص ۶۷
- [6] ایضاً، حدیث ۳۸۸۱، بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۱

- [7]- ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۷
- [8]- ابن سعد، ج ۱، ص ۸۸
- [9]- ایضاً
- [10]- ابن حبیب، محمد، المحرر، ص ۱۰۶، ۱۰۷
- [11]- بلاذری، ج ۱، ص ۳۲۹
- [12]- زبیری، مصعب، ص ۱۷
- [13]- ابن ہشام، عبد الملک، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، ص ۳۶۷
- [14]- ایک اور روایت کے مطابق یہ ماجرا دیکھنے والی اور بعد ازاں حضرت حمزہ سے بیان کرنے والی حضرت صفیہ کی کنیز سلسلی تھی۔ بلاذری، ج ۳، ص ۲۸۳، جبکہ ایک تیسری روایت کے مطابق یہ بات خود جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت حمزہ سے بیان کی تھی۔ یحییٰ، احمد بن حسین، دلائل النبوة، ج ۲، ص ۲۱۳
- [15]- ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۶۷، ۳۶۸
- [16]- سبکی، عبدالرحمن، الروض الانف، ج ۲، ص ۴۳، ۴۵
- [17]- ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۸۴
- [18]- ایضاً، ص ۴۵، گو ان اشعار کی صحت مشکوک ہے، دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۶
- [19]- ابن ہشام، ج ۱، حاشیہ ص ۳۶۷
- [20]- طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، ج ۳، حاشیہ ص ۱۵۳
- [21]- عوش بن محمد بن عبداللہ، ماثع ولم یثبت فی سیرۃ النبویہ، ص ۵۲
- [22]- تفصیل کے لیے دیکھیے، عوش، ص ۵۲۔ اور ابن ہشام ج ۱، ص ۳۶۷ کا حاشیہ۔
- [23]- ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۶۸۔ ابن جریر، محمد، تاریخ الرسل والملوک، ج ۲، ص ۳۳۳۔ ابن کثیر، ج ۳، ص ۸۳
- [24]- علی بن براہان الدین، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۳
- [25]- ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۷۔ ابن حجر، ج ۲، ص ۶۲۰
- [26]- حاکم، ج ۳، ص ۲۳۰، ذکر عم رسول و احیہ من الرضاعة۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۸۔ نیز امام سبکی نے الروض الانف میں حضرت حمزہ کے کچھ اشعار بیان کیے ہیں جو انہوں نے قول اسلام کے وقت پڑھے تھے، ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے قول اسلام کا یہ واقعہ دس نبوی کا ہے کیونکہ ان اشعار میں حضرت حمزہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں بنو ثقیف کے ان مظالم سے آگاہ ہوں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف کیے تھے۔ اب طائف کا سفر اور وہاں بنو ثقیف کے مظالم ڈھانے کا واقعہ ۱۰ نبوی کا بیان کیا جاتا ہے لہذا اس طرح حضرت حمزہ کے قول اسلام کے سلسلے میں بیان کردہ سنن کی تین مکثور وایات ہیں ۲ نبوی، ۳ نبوی، ۱۰ نبوی تاہم قرین قیاس بات یہ ہے کہ امام سبکی کے بیان کردہ ان اشعار کی نسبت حضرت حمزہ سے مشکوک ہے، کیونکہ یہ اشعار صرف امام سبکی ہی بیان کرتے ہیں اور بھی بلا سند۔
- [27]- ابن کثیر، ج ۳، ص ۷۸

- [28]- بلاذری، ج ۳ ص ۳۸۳
- [29]- ایضاً
- [30]- ابن ہشام، ج ۲ ص ۹۸۔
- [31]- ابن سعد، ج ۳ ص ۸
- [32]- ایضاً
- [33]- ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۶، ۲۳۷
- [34]- ابن سعد، ج ۳ ص ۹۸، طبری، ج ۲ ص ۴۰۲، اس معاملے میں ابن ہشام دو روایات بیان کرتا ہے کہ یا تو پہلا جہنڈا حضرت حمزہ کو عطا ہوا یا حضرت عبیدہ بن حارث کو۔ ج ۲ ص ۲۳۷۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس حوالے اپنی تاریخ میں مختلف آراء پر بحث کی ہے۔ (ابن کثیر، ج ۵ ص ۲۸۲۷)
- [35]- ابن کثیر، ج ۵ ص ۲۲
- [36]- ابن سعد، ج ۳ ص ۹
- [37]- ابن کثیر، ج ۵ ص ۲۹
- [38]- ایضاً، ج ۵ ص ۹۴
- [39]- ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۴
- [40]- ابن کثیر، ج ۵ ص ۹۵
- [41]- ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۸۴۔ بعض دیگر روایات میں حریفین کی ترتیب اس سے برعکس بھی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ بلاذری نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ کا مقابلہ تبتہ سے ہوا، اس موقع پر حضرت حمزہ نے کہا کہ انا اسد اللہ ورسولہ اور تبتہ نے کہا کہ انا اسد الکھفاء اور حضرت حمزہ نے تبتہ کو قتل کر دیا۔ بلاذری، ج ۴ ص ۳۸۴
- [42]- ایضاً، ص ۲۸۵
- [43]- ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۵
- [44]- ان میں سے بعض کفار کو کئی صحابہ نے قتل کر دیا۔
- [45]- ابن ہشام، ج ۲، ذکر من قتل بہلر من المشرکین
- [46]- یہ پہلے حضرت حمزہ کے ہاتھوں زخمی ہوا اور گرفتار کیا گیا بعد ازاں فدیہ دے کر رہا ہوا لیکن دشمنوں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا۔ ابن ہشام، ج ۲ ص ۳۹۴
- [47]- ابن ہشام ج ۳ ص ۹۵، ۹۶
- [48]- ابن الاثیر، ج ۲ ص ۶۸
- [49]- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ج ۲، باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ۔ یہی واقعہ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۰۱۹ میں کچھ تبدیلی کے ساتھ وحشی کی روایت میں بیان ہوا ہے۔
- [50]- ابن سعد، ج ۳ ص ۱۱

- [51]- ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۸۔
- [52]- ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱
- [53]- ابن ہشام کی اس روایت کی تخریج اور اس کے حکم کے لیے دیکھئے سیرت ابن ہشام (محقق، مجددی فقی السید) ج ۳، ص ۵۰ کا حاشیہ
- [54]- تفصیل کے لیے دیکھئے، عوثن، ص ۱۳۹، ۱۵۰
- [55]- ابن ہشام، ج ۳، ص ۵۶۔
- [56]- صالحی، محمد بن یوسف، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۴، ص ۳۲۸
- [57]- ابن سعد ج ۳، ص ۱۲
- [58]- حاکم، ج ۳، ص ۲۳۳، حدیث، ۳۹۴۸۔ ابن ہشام، ج ۳، ص ۵۷۔ تاہم یہ حدیث، حدیث ضعیف ہے۔
- [59]- ابن ہشام ج ۳، ص ۵۹۔ ابن سعد ج ۳، ص ۱۳، ۱۴۔
- [60]- سبکی، ج ۳، ص ۲۸۲، ۲۸۳۔ ابن کثیر، ج ۵، ص ۳۲۸۔
- [61]- بخاری، امام، ج ۲، باب من قتل من المسلمین يوم احد منهم حمزه بن عبدالمطلب و الیمان و انس بن النضر و مصعب بن عمیر، حدیث ۱۲۳۹۔
- [62]- ایضاً، باب غزوہ احد، حدیث ۱۲۱۳۔
- [63]- ابن سعد ج ۳، ص ۱۴۔
- [64]- ایضاً، ص ۱۳۔
- [65]- ایضاً، ص ۹
- [66]- ابن ہشام ج ۳، ص ۶۰۔ تاہم ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت میں نے صرف حضرت عبداللہ بن جحش کے اہل خانہ سے سنی ہے۔ نیز سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔
- [67]- بیہقی، ج ۳، ص ۲۹۱ تا ۲۹۴
- [68]- ابن سعد ج ۳، ص ۱۶
- [69]- ایضاً، ص ۱۷۔ نیز بلاذری، ج ۴، ص ۳۹۴۔
- [70]- ابن حجر، ج ۷، ص ۳۰۱۔ ابن حجر نے عمارہ بن حمزہ کے تذکرے میں یہ بھی شبہ ظاہر کیا ہے کہ عمارہ شاید حضرت حمزہ کی بیٹی کا نام ہے نہ کہ بیٹے کا۔
- [71]- ایضاً
- [72]- ابن سعد، ج ۳، ص ۷۔
- [73]- ابن حزم، ج ۱، ص ۲۰۔
- [74]- ابن سعد، ج ۳، ص ۷۔
- [75]- سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۳۴۳
- [76]- ابن الاثیر، ج ۵، ص ۴۸۷۔ ابن حجر، ج ۱۱، ص ۴۶۱۔

-
- [77]- بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۱۔
- [78]- ایضاً، ص ۸۔
- [79]- ایضاً، ص ۳۸۲۔
- [80]- ابن سعد، ج ۳، ص ۸۔
- [81]- ابن حجر، ج ۱۳، ص ۱۰۰، ۱۰۱۔
- [82]- ایضاً، ص ۱۰۰۔
- [83]- ایضاً، ج ۱۳، ص ۱۸۶۔
- [84]- ایضاً، ج ۱۳، ص ۳۸۱۔
- [85]- ابن سعد، ج ۳، ص ۹۔
- [86]- انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam)، ۱۹۸۶ء، مقالہ: HAMZA b. ABD AL MUTTALIB، ج ۳، لائسنس، نیدر لینڈ، ص ۱۵۳۔
- [87]- محمد بن یعقوب فیروز آبادی، 'القاموس المحیط'، ص ۵۰۹۔